

کرنے کے بعد اسے برقرار رکھنا یہ ہے اصل شے یہ ہے۔ اصل کام۔ ایک مرتبہ کعبہ کے تمام بتوں کو توڑ دینا اصل کام نہیں ہے۔ توڑنے کے بعد توحید کا نظام پھر برقرار ہے۔ یہ کام کرنے والی طاقت و قوت پھر قائم رہے۔ جب تک یہ شکل پیدا نہیں ہوگئی جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی اقدام نہیں فرمایا۔ توحید کی بذریعہ قرآن دعوت و تبلیغ فرمائی۔ جو لوگ ایمان لائے انہیں منظم کیا۔ ان کی تربیت کی، ان کا تزکیہ فرمایا۔ ان میں قربانی اور ایثار کا مادہ پیدا کیا۔ ان میں دین کے لئے تن من دھن لگا دینے کا ایک عزم قائم کیا۔ پھر ان کے اندر ایک ڈسپن پیدا کیا کہ جو حکم دیا جائے مانیں۔ چنانچہ قریباً بارہ برس تک مکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حکم تھا! ایک مسلمانو! تمہارے گھر سے بھی کر دیئے جائیں تب بھی تمہیں باتھ اٹھانے کی اجازت نہیں ہے۔ خوابِ ابنِ ادرت کو دیکھتے ہوئے انگاروں پر لٹایا جا رہا ہے۔ لیکن مسلمانوں کو مداخلت کی اجازت نہیں تھی۔ کیا مسلمان بے غیرت تھے! معاذ اللہ۔ خاص طور پر میں جب سوچتا ہوں تو مجھ پر جھجھری طاری ہو جاتی ہے کہ حضرت سیدہ کو ابو جہل نے شہید کیا ہے اور کس طرح شہید کیا ہے! کس قدر کمینگی کے ساتھ انہیں ایذا میں پہنچائی ہیں۔ ماں کو جوان بیٹے کے سامنے شکا کیا ہے۔ پھر جو کچھ کیا ہے میری زبان پر نہیں آسکتا۔ پھر جب شہید بھی کیا ہے تو آک کر ان کی شرم گاہ میں اس طرح برچھمارا ہے کہ پشت سے آرا پر ہو گیا تھا۔ یہ سب کچھ مجمع عام میں ہو رہا ہے اور اس وقت تک کم سے کم تیس چالیس مسلمان موجود تھے اور ان میں سے ہر ایک دس دس ہزار کے برابر تھا سوچیے کہ کیا یہ تیس چالیس مسلمان معاذ اللہ بے غیرت تھے! ان لوگوں کو نظر نہیں آ رہا تھا کہ ہماری ایک بہن، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلہ پڑھنے والی کے ساتھ ابو جہل یہ بہیمانہ سلوک کر رہا ہے۔ اگر انہیں اجازت ہوتی تو کیا وہ ابو جہل کی تکابوئی نہ کر دیتے! لیکن اجازت نہیں تھی۔ کبھی سیرت مطہرہ کا مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ آلِ یاسر بڑے بہن افراد پر مشتمل گھرانہ تھا۔ حضرت یاسرؓ ان کی اہلیہ حضرت سیدہ ادران کے بیٹے حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر ابو جہل نے جو حملہ سم ڈھا رکھا تھا تو خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی سامنے سے گزرتے تھے تو خود متیقن فرماتے تھے: —  
اَصْبِرُوا يَا آلِ يَاسِرٍ ذَاتِ الْمَوْعِدَةِ الْجَنَّةُ ۱۰ یاسر کے گھرانے والو! صبر کرو اس لئے کہ تمہارے دوسرے کی جگہ جنت ہے۔“ حضورؐ نے قریباً بارہ برس تک یہ تربیت دی ہے۔ یہ تربیت کس بات کی تھی! ایک طرف اپنے موقف پر ڈٹے رہو، قدم پیچھے نہ پٹے، لیکن دوسری طرف تمہارا ہاتھ نہ اٹھے، جھیلو اور برداشت کرو۔ اگر جان جلی جائے تو فہو المطلوب۔ شہید ہو گئے تو فَاِنَّ الْمَوْعِدَةَ الْجَنَّةُ۔ اس طرف تمہاری آنکھ بند ہوئی اور جنت میں تمہارا داخلہ ہو گیا۔ سورہ یٰسین تو یہ دیکھتے

ہی ہوں گے وہاں نقشہ کھینچا گیا ہے کہ جب رسول کی تصدیق کرنے والے شخص نے یہ کہا تھا: اِنَّا سَمِعْنَا بِرَبِّكَ فَاَسْمَعُوْنَ ہ تو فوراً انہیں شہید کر دیا گیا۔ قرآن مجید نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ صرف نتیجہ جو نکلا اسے بیان کر دیا: قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يَلِيَّتْ قَوْمِي يَكْفُرُونَ بِمَا عَفَا رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرِمِينَ ہ جیسے شہید ہوئے جنت میں داخلہ کا انہیں پروانہ مل گیا اور انہوں نے کہا کہ کاش میری قوم کو میرے اس اعزاز کا علم ہوتا۔ چونکہ ان کی قوم کی آنکھوں پر تو پر دے پڑے ہوئے تھے۔ کاش انہیں معلوم ہوتا کہ میں نے کتنی بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ جس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا کہ مجھے میرے رب نے حساب کتاب کے بغیر بخش دیا۔ میرے تمام گناہ معاف کر دیئے اور مجھے اعزاز و اکرام پانے والوں میں شامل فرمایا۔ تو جن لوگوں کو بھی شہادت نصیب ہو جائے لاریب وہ اپنے مطلوب کو پا گئے۔

پس میں آپ کو بتانا چاہ رہا ہوں کہ منکرات کا استعمال جو طاقت کے ساتھ ہے، قوت کے ساتھ ہے، پیدہ ہوا ہے، اس کا ایک جمعہ ہے، اس کا ایک طریقہ ہے۔ وہ طریقہ بھی سیرت النبی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے لینا ہوگا۔ وہ وقت بھی آیا کہ حضور نے طاقت کو استعمال فرمایا اور آپ کے ہاتھ میں تلوار تھی بغزوہ بدر میں سپہ سالار کون تھے؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ احد میں سپہ سالار کون تھا؟ رَاِذْعَدُوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تَبَوَّحْتُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ میدانِ احد میں مورچہ بندی کون کر رہا تھا؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لیکن طاقت کے استعمال کے مرحلہ سے پہلے کے جو مراحل ہیں، انہیں ملحوظ رکھنا اور انہیں طے کرنا ضروری ہے۔ وہ مراحل ہیں کہ قرآن مجید کی دعوت و تبلیغ کے ذریعہ سے پہلے ایک جمعیت فراہم کی جائے۔ اس میں وہ افراد شریک ہوں جو شعوری طور پر تقویٰ، اطاعت اور فرمانبرداری کی روش اختیار کریں، تکمیل کی بات میں نہیں کر رہا۔ تکمیل تو موت تک نہیں ہوگی۔ لیکن یہ ہو کہ فیصلہ کر کے ایک عزم مصمم کے ساتھ تقویٰ اور اسلام کی راہ پر چل پڑے ہوں۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُوا إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ۔ پھر وہ باہم جڑیں، باہم مربوط ہوں: وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا۔ پھر ان کی آپس کی محبت مثالی محبت ہو۔ وہ مَحَبَّةً بَيْنَهُمْ اور اَخْلَافًا عَلَى الْمُؤْمِنِينَ کا کامل پکیر ہوں اور ان کا حال یہ ہو: وَلَوْ شِئْنَا لَكُنَّا فَخْرًا وَكَانَ بِهِمْ حِصَاصَةً۔ اور وہ اپنی جانوں سے اپنے مسلمانوں کو بھائیوں کی ضروریات کو مقدم رکھتے ہوں چاہے اپنے اوپر فائدے گزر رہے ہوں۔ ان کی مقبلیں ایسی ہوں کہ ایک زخمی کراہ رہا

ہے۔ جان نکلنے کے قریب ہے۔ اور پکار رہا ہے العطش العطش۔ پانی کا پیالہ ان کے پاس لایا جاتا ہے کہ دوسرے بھائی کی آواز آجاتی ہے العطش العطش۔ وہ کہتے ہیں کہ پہلے میرے اس بھائی کو پانی پلاؤ۔ پیالہ وہاں پہنچتا ہے کہ تیسرے زخمی کی آواز آتی ہے العطش العطش، وہ کہتے ہیں کہ پہلے میرے اس بھائی کو پانی پہنچاؤ۔ پیالہ تیسرے کے پاس پہنچتا ہے تو وہ اللہ کو پیارے ہو چکے۔ پیالہ دوسرے کے پاس واپس آتا ہے تو ان کا دم بھی نکل چکا ہوتا ہے۔ اب پیالہ پہلے زخمی کے پاس لایا جاتا ہے۔ تو ان کی روح بھی نفسِ عنفری سے پرواز کر چکی۔ ایک طرف یہ ایثار اور رَحْمَةً بَيْنَهُمْ کی یہ شان اور دوسری طرف یہ روتیہ اور کیفیت: قَا سَمِعُوا وَاطِيعُوا سَوَا اور اطاعت کرو۔

’Listen and obey‘ اگر یہ دلیل نہیں تو یہ جماعت نہیں ۱۷۵ ہے۔ یہ حزب اللہ نہیں ہے۔ ایک ہجوم ہے۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ اقبال نے اسی فرق کو واضح کیا ہے۔ آپ نے بھی علیہ منائے ہے۔ زیادہ دن نہیں ہوئے لے

عیدِ آزادان شکوہ ملک و دیں عیدِ محسوماں ہجوم بے نقییں!!

یہ ہجوم ہوتا ہے چاہے دو لاکھ کا مجمع ہو۔ کوئی نظم، کوئی دسپلن، کوئی کسی کا حکم سننے والا اور ماننے والا مفقود۔ ہر شخص اپنی جگہ گویا سقر طرد و بقر طیسے۔ کوئی کسی کی بات سننے والا اور ماننے والا نہیں۔ اس ہجوم سے کوئی مثبت اور نتیجہ خیز کام نہیں ہوتا۔ یہ کام ہوگا تو ایک منظم جماعت کے ذریعہ سے ہی انجام دیا جاسکے گا۔

اسی بات کو نہایت تاکیدی اسلوب سے اس آیت مبارکہ میں فرمایا جا رہا ہے: وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ”تم میں سے لازماً ایک گروہ، ایک جماعت، ایک (چھوٹی) امت ایسی ہونی چاہیے جس میں شامل لوگ خیر کی طرف دعوت دینے، پکارنے اور بلانے والے ہوں۔ نیکی کا حکم دینے والے اور بدی سے روکنے والے ہوں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر زبان سے تو ہر وقت ہو سکتا ہے۔ صرف انسان کے اندر جرات کی ضرورت ہے۔ جس بات کو حق اور صحیح سمجھے اسے بیان کرے۔ اسی لئے تو فرمایا گیا کہ: اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةٌ حَقٌّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ۔ منکرات کے خلاف سلطانِ جائر کے سامنے کلمہ حق کہنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں افضل الجہاد کہا ہے اور

لے یہ خطاب، ہر سوال المفہم ۱۷۵ھ کو ارشاد کیا گیا تھا (درمب)

جان لیجئے کہ اس دور میں اصل سلطان عوام الناس میں جن کے دو ٹوں سے اقتدار کسی پارٹی کے سپرد ہوتا ہے۔ بقول علامہ اقبال یہ "سلطانی جمہور" کا زمانہ ہے۔ اس لئے انہی عن المنکر کا ایک رخ اور باب اقتدار کی طرف ہونا چاہیئے۔ اس سے کہیں شد و مد کے ساتھ اس کا رخ معاشرہ کی طرف ہونا چاہیئے۔ اگر انہی عن المنکر سے پہلو تہی ہوگی، اعراض ہوگا تو اس کا دو کے سوا اور کوئی سبب نہیں ہو سکتا یا بزدلی ہے یا بے حسیت ہے۔ باقی اور کوئی شکل نہیں ہو سکتی۔ مزید یہ بات بھی جان لیجئے کہ امر بالمعروف بہت آسان کام ہے۔ لوگوں کو نیکی کی تلقین کرنا، نصیحت کرنا۔ اعمال صالحہ کے فضائل بیان کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔ ان کی بھی اہمیت ہے کون ہے جو اس سے انکار کرے گا! اس کے ذریعے سے کچھ لوگ انفرادی طور پر نیکو کار بن جائیں گے لیکن معاشرہ ہرگز تبدیل نہیں ہوگا جب تک منکرات کے خلاف جماعتی سطح پر منظم محنت، سعی و کوشش، جدوجہد بلکہ خالص دینی اصطلاح میں جہاد نہ ہو۔ اور واقعی یہ مشکل کام ہے، جان جو کھول کا کام ہے۔

لہذا اس جہاد کے لئے جس کے اعلیٰ مقام و مرتبہ کو نبی اکرمؐ نے جہاد بالبدیع یعنی طاقت کے ساتھ جہاد قرار دیا ہے: "فَمَنْ جَاهَدَ هُمْ يَسِدًّا قَهُوْ مُؤْمِنًا"۔ اس کے لئے فردی ہوگا پہلے ایک جماعت کی تشکیل اور اس کا وجود۔ جس میں شامل لوگوں میں ایک طرف تقویٰ اور فرمانبرداری کے اوصاف ہوں اور وہ اس روش پر کاربند ہوں۔ دوسری طرف اعتصام و تمسک بالقرآن کامل ہو اور تعمیری طرف اس جماعت کے لوگ باہم نہایت محبت کرنے والے اور ایک دوسرے کے لئے ایثار کرنے والے ہوں۔ اور آخری بات یہ کہ سمیع و طاعت کے نظم کے ساتھ ایک امیر کی اطاعت فی المعروف کو اپنے اوپر لازم، واجب بلکہ فرض سمجھنے والے ہوں۔ اس کام کے لئے جو جماعت درکار ہے اس کے اوصاف کی رہنمائی ہمیں اس حدیث سے ملتی ہے جو حضرت حارث الاشعریؓ سے مروی ہے اور جسے امام احمد ابن حنبل اور امام ترمذی رحمہما اللہ بالترتیب اپنی مسند اور اپنی "جامع" میں لائے ہیں۔ اس حدیث کو میں نے شروع میں سورہ آل عمران کی تین آیات کی تواتر اور دو حدیثیں سنانے کے بعد آخر میں آپ کو سنایا تھا۔ حضرت حارث الاشعریؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اُمُّكُمْ بَحْنَسٍ: بِالْجَاهَةِ وَالسَّيْفِ وَالطَّاعَةِ وَالْهَجْرَةِ وَالْجِهَادِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ"۔ میں نہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں: التزام جماعت کا، سمیع و طاعت کا، اور اللہ کی راہ میں ہجرت و جہاد کا۔ ایک دوسری روایت میں "اُمُّكُمْ بَحْنَسٍ" کے بعد الفاظ آئے ہیں: "اللَّهُ أَمَرَنِي بِهَيْئَةٍ" اس کا حکم مجھے اللہ نے دیا ہے، "یعنی میں تم کو یہ حکم اللہ کے حکم کی تعمیل میں دے رہا ہوں۔ اس حدیث میں ہجرت و

جہاد کی جو اصطلاحات آئی ہیں ان کے وسیع تر معانی و مفہیم کی میں آگے مختصر تشریح و توضیح کروں گا۔  
 وسط رمضان میں "رودِ برد" کے طائفوں کے تحت میرا ایک انٹرویو نشر ہوا تھا۔ بہت سے  
 حضرات اسے دیکھ نہ پاتے ہوں گے۔ چونکہ نہ تو اس کے پہلے سے اعلان کا خاص اہتمام کیا گیا تھا پھر  
 وقت بھی وہ رکھا گیا تھا جو کاروباری حضرات کے لئے فارغ نہیں ہوتا۔ مزید یہ کہ رمضان المبارک  
 میں ہمارے اکثر دینی گھرانے ٹی وی دیکھنا بند کر دیتے ہیں۔ بہر حال اس انٹرویو میں، میں نے اپنے موقف  
 کے انہار کے لئے جو کچھ عرض کیا تھا وہ وقت کی تنگی کے باعث مجمل بھی تھا اور مختصر بھی۔ اس لئے جو حضرات  
 نے یہ پروگرام دیکھا ہوگا، ان میں سے اکثر کے ذہنوں میں اشکالات پیدا ہوئے ہوں گے چونکہ نئی سی  
 باتیں تھیں لہذا سمجھتے سمجھتے کچھ وقت لگے گا۔ وہاں مجھ سے یہ سوال کیا گیا کہ موجودہ دور میں جہاد یا  
 بالفاظ دیگر انقلابی اقدام کی علی شکل کیا ہوگی؟ وہاں میں نے اس کا جو جواب دیا وہ قدرے تفصیل سے  
 ابھی عرض کر دیا گا۔ یہ صحیح ہے کہ یہ کہتے رہنا کہ "ہیمن الماسکر" ہونا چاہیے۔ اس کہنے سے تو منکرت  
 ختم نہیں ہوں گے سوال یہ ہے اور بالکل صحیح سوال ہے کہ یہ کیسے ہوگا؟ اس کی علی صورت اور علی طریق کار  
 کیا ہے؟، فہم ہے اور بہت بلند بانگ ہیں کہ "اسلامی انقلاب" آنا چاہیے۔ لیکن آئے گا کیسے!  
 کیا انتخابات کے ذریعے سے آئے گا؟ کیا مارشل لا کے ذریعے سے آئے گا؟ اڑتیس سال کی تاریخ  
 ان دونوں ذرائع کی نفی اور ناکامی پر شاہد ہے۔ حالیہ انتخابات کا نتیجہ بھی جلد آپ کے سامنے آجائے گا۔  
 کہ اس کے ذریعے سے کتنا اسلام آتا ہے۔ میں پورے وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس راستے سے سلام  
 نہیں آسکتا۔ یہ فرد ہے کہ یہ راستہ بہر حال مارشل لا سے کہیں بہتر ہے اس لئے کہ اس ملک کے باشندوں  
 کا نظام حکومت میں کچھ نہ کچھ حصہ (Participation) نہ ہو جاتا ہے۔ اس طرح مختلف موٹوں اور مختلف  
 طبقات کے اندر اس میں محدودی میں کچھ نہ کچھ کمی رائج ہونا ہے اور ان کو کسی نہ کسی درجے میں اطمینان  
 ہوا ہے کہ ہماری بھی کوئی SAY ہے۔ اگرچہ تاحال مارشل لا کی چھتری تلے بلکہ انگوٹھے تلے دفائی اور  
 صوبائی اسمبلیاں اور تشکیل شدہ حکومتیں ہیں لیکن بہر حال انتخابی سیاست کا کسی نہ کسی درجے میں عمل شروع

۱۸۵ء سے Banking کے جس غیر سودی نظام کے اجرا کے بلند بانگ دعوے کئے گئے ہیں ان کے متعلق اکثر علماء  
 حقانی اور دین دوست ماہرین اقتصادیات کی متفقہ رائے ہے کہ سودی نظام جو ان کا توں برقرار ہے۔ صرف  
 لیبل بدل دیئے گئے ہیں۔ (مرتب)

تو ہوا ہے جو ایک اچھی علامت ہے۔ اس لئے کسی نہ کسی حد تک ان اندیشوں میں کمی واقع ہوئی ہے کہ ملک کسی بے قابو انتشار میں مبتلا ہو جائے جس کے بڑے خطرناک نتائج نکل سکتے ہیں۔ لیکن اسلام اس راستے سے نہیں آئے گا۔ میں نے ”رورڈ“ میں جناب صلاح الدین صاحب کے جواب میں عرض کیا تھا کہ دو چیزوں کو گڈ لڈ نہ کیجئے۔ ایک ہے کسی انسان کا زندہ رہنا اور ایک ہے کسی کا مسلمان بننا۔ ان دونوں کے تقاضے بالکل جدا ہیں۔ زندہ رہنے کے لئے اسے غذا چاہیئے، پانی چاہیئے، ہوا چاہیئے۔ ہوا آپ روک دیں گے تو منٹوں میں ختم۔ پانی رکھنا تو شاید چار پانچ روز گزار جائے۔ غذا رکھ جائے تو شاید سہفتہ دس دن کاٹ جائے۔ لیکن بہر حال موت آئے گی اگر ان تینوں چیزوں میں سے کوئی بھی آپ بند کر دیں۔ اسی طرح اگر کسی ملک میں سیاسی عمل روک دیا جائے اور غیر محدود عرصہ کے لئے مائل لاہ جلتا رہے تو اس ملک کے لوگوں میں احساسِ محرومی بھی بڑھتا ہی چلا جائے گا جو اس ملک کے استحکام بلکہ بقا کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ لیکن مسلمان بننے کے لئے ایمان چاہیئے۔ تھوڑا سا بھی ایمان ہو، تب ہی تو انسان عمل کرے گا یا عمل کی کوشش کرے گا۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا** سے آخر قرآن میں خطاب ہے اہل ایمان ہی کو تو تاکیدِ حکم دیا جا رہا ہے: **اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ** **تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ**۔ اب اگر کسی معاشرے میں ایمان ہوگا۔ تقویٰ ہوگا۔ اسلام ہوگا۔ جب ہی تو اسلام بغور نظام آ سکے گا۔ لیکن یہ اساسات ہی کمزوریوں تو اسلام انتخابی راستے سے نہیں آ سکے گا۔ آپ لاکھ کہتے رہیں کہ یہ نہ کیجئے، وہ نہ کیجئے اور خوشامدیں کرتے رہیں۔ کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوگا۔ آج سے قریباً تین سال پہلے ۲۳ مارچ کا دن آنے والا تھا، جسے ’یومِ پاکستان‘ کے نام سے ہر سال دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ میں ۲۳ مارچ سے چند دن پہلے ملہ کے لئے جانے والا تھا کہ مجھے لاہور کے ایک گزٹنگ کالج کی پرنسپل صاحبہ کا فون آیا کہ آپ نے کبھی سوچا نہیں کہ ۲۳ مارچ اور ۱۱ اگست کو جوان لڑکیوں کی سڑکوں پر پریڈ ہوتی ہے اور اس کو دیکھنے کے لئے سڑکوں پر لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگے ہوتے ہیں۔ جوان لڑکیاں سیدہ تان کر پریڈ کرتی ہیں۔ آپ کو یہ نظر نہیں آتا۔ اس پر آپ نے کوئی ٹیکہ کبھی نہیں کی۔“ میں واقعی حیران ہوا کہ کیوں میری توجہ اس طرف نہیں ہوئی! میں نے اپنے آپ کو پہلے یہ الاؤس دیا کہ میں نے آج تک کوئی پریڈ نہیں دیکھی۔ نہ میرے یہاں ٹی وی ہے کہ اس پر دیکھنے کا کسی طور موقع ملتا۔ لیکن پھر خیال آیا کہ اخبارات میں نوٹو تو چھپتے ہیں۔ وہ تو نظر سے گزر رہے ہیں۔ پھر مجھے افسوس ہوا کہ اتنے بڑے منکر کی طرف میرا دھیان کیوں نہیں گیا۔ میں دل ہی دل میں نادم ہوا۔ غمگین

روانگی سے قبل حسب معمول مجھے مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں جمعہ کی تقریر کرنی تھی۔ آپ میں سے کسی کو اگر دہاں جمعہ پڑھنے کا اتفاق ہوا ہو تو ان کو معلوم ہوگا کہ دہاں کتنا بڑا مجمع ہوتا ہے۔ باغ جناح کے قریب جی۔ او۔ آر (QOR) ہے۔ لہذا بہت سے اعلیٰ گورنمنٹ آفیسرز دہاں آتے ہیں۔ کنٹونمنٹ بھی زیادہ فاصلہ پر نہیں ہے۔ لہذا بہت سے اعلیٰ ملٹری آفیسرز بھی دہاں ہوتے ہیں۔ تو میں نے اپنی تقریر میں کہا کہ خدا کے لئے جس کی بھی جناب صدر تک پہنچے وہ یہ بات ان تک پہنچی گئی کہ یہ بہت بڑا منکر ہے۔ لڑکیوں کی پریڈ کرانی ہے تو قدانی اسٹیڈیم میں کرالیں۔ دہاں پریڈ دیکھنے عرف ہماری بائیں ہنہیں بیٹیاں جائیں، ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ آپ بچوں کو ملٹری ٹریننگ دیجئے۔ رائل ٹریننگ دیجئے۔ جیسے گزرتا کالجوں کے گرد اگر چار دیواری ہوتی ہے اور عمارتیں پارہ ہوتی ہیں تو ایسی چار دیواری والے میدانوں میں بچوں کو ٹریننگ دیجئے اور قدانی اسٹیڈیم میں ان کی پریڈ کرائیے جس میں مردوں کا داخلہ بالکل ممنوع ہو۔ لیکن ہماری جوان بچیاں پریڈ میں سینہ تان کر چلتی ہیں۔ وہ جھک کر تو نہیں چلتیں۔ نہ وہ ادھیڑ یا بوڑھی ہوتی ہیں۔ یہ بہت بڑا منکر ہے۔ میں اس تقریر کے بعد عرف کے لئے چلا گیا۔ واپس آیا تو ۲۴ مارچ تھی۔ میں آپ کے اہم شہر کوپڑی سے گزرا تھا۔ ۲۴ مارچ کو صبح کے روزنامے شائع نہیں ہوتے۔ مجھے شام کے اخبار ملے۔ آپ تین سال قبل کے شام کے انگریزی اخبار کسی لائبریری میں جا کر دیکھ لیجئے۔ اکثر اخبارات کی سرخیاں (Head Lines) تھیں

*"Women parade took place despite the letter of Mian Tufail."*

اس سے مجھے اندازہ ہوا کہ میاں طفیل محمد صاحب نے بھی صدر محمد ضیاء الحق صاحب کو اس بارے میں کوئی خط لکھا تھا۔ اور یہ میاں صاحب وہ ہیں جنہیں اور صدر صاحب کو بطور مذاق داموں بھانجا، کہا جاتا ہے۔ گویا اتنا قرب!۔ اور مارشل لا کو کجا عت اسلامی کا انتہائی ممنون احسان ہونا چاہیے کہ وہ مارشل لا کے خلاف کیمپین میں نہیں آئی۔ جماعت نے چاہے مارشل لا کی بدنامی اور حمایت نہ کی ہو۔ لیکن بالواسطہ تو حمایت (Indirectly) ہو گئی کہ ایم آر ڈی میں شامل نہیں ہوئی تھے

پھر مسلم لیگ اور جماعت اسلامی جیسی معروف سیاسی جماعتوں کے نمائندے تھے جنہوں نے مارشل لا حکومت کے تحت وزارتیں قبول کیں۔ مسلم لیگ نے تو مارشل لا حکومت میں وزارتیں قبول کرنے والے اپنے اکہن کے خلاف ڈسپلنری کمیشن بھی لیا۔ جماعت نے تو یہ بھی نہیں کیا۔ صاف ظاہر ہے کہ اس کے ارکان نے جماعت کی منظوری اور رضامندی سے وزارتیں قبول کی تھیں۔ (مرتب)

میان طفیل صاحب کے خط کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا۔ پریڈ ہوئی اور ان لوگوں نے غلبہ بجا میں جو ہمارے ملک میں بے حجابی، بے پردگی اور فحاشی کے طرہ دار ہیں۔ اخبارات نے شدت سرنوئی کے ساتھ اس بات کو چھپایا۔ گویا اس طرح ان سب دین دوست افراد کا اتہزا کیا گیا جو منکرات کو مٹانے اور معروفات کو فروغ دینے کے داعی اور طرہ دار ہیں۔

اب یہ بات جان لیجئے کہ اگر ایک جماعت ایسی ہو کہ جو الیکشن کے لئے ووٹوں کی بھیک مانگتی نہ پھیری ہو۔ اس طور پر تو معاملہ کچھ اور ہو جاتا ہے۔ بقول شاعرؒ مانگنے والا گدا ہے صدقہ مانگے یا خراج۔ اگر الیکشن میں کامیاب ہونے والا ایک شخص بھی خراب نکل آئے تو پوری جماعت پر حرف آئے گا یا نہیں؟ ایک مچھلی پورے تالاب کو گندا کر سکتی ہے۔ ایک کالی بھیڑ پورے گائے کو مشکلوک بنا سکتی ہے۔ پھر یہ کہ جب آپ دوث مانگتے ہیں تو لوگوں کے غلط عقائد، غلط اعمال پر تنقید اور نیک نہیں کر سکتے۔ لوگوں سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ تم خلاف اسلام کام کر رہے ہو، تم حرام خوریاں کر رہے ہو، تم خلاف قانون کام کر رہے ہو چونکہ انہیں سے تو آپ نے دوث لینے ہیں۔ لہذا آپ یہی باتیں نہیں کہہ سکتے۔ اب اس الیکشن کی اسلام کے حق میں آخری خرابی کی بات بھی سن لیجئے اور اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ جب آپ بھی الیکشن میں اسلام کے نام پر دوث مانگیں گے اور کوئی دوسری جماعت بھی اسلام کے نام پر دوث مانگے گی تو دوسرا اسلام ہو گئے یا نہیں! تین یا چار تجاویز اسلام کے نام پر الیکشن میں حصہ لے رہی ہوں تو تین یا چار اسلام ہو جائیں گے یا نہیں۔ ہمارے معاشرہ میں فرقہ واریت جس شدت کے ساتھ بڑھ رہی ہے اس کا سب سے بڑا سبب اسلام کے نام پر الیکشن لڑنا ہے۔ ہر گز وہ اپنے مخصوص شعائر کا جن کا اسلام سے یا تو سرے سے کوئی تعلق نہ ہو یا اگر ہو تو محض فروعی ہو۔ اس طرح پروپیگنڈہ کرے گا گویا یہی اصل اسلام ہے۔ عوام الناس جن کی عظیم اکثریت حقیقی اسلام سے ناواقف ہے وہ مزید انتشار و ذہبی میں مبتلا ہونگے یا نہیں! اور ہمارے خواص، بالخصوص جدید تعلیم یافتہ طبقہ پہلے ہی سے دین کے معتقدات و اساسات کے بارے میں تشکیک و ریب میں مبتلا ہیں ان جماعتوں کا ساتھ دیں گے یا نہیں جو سیکولر (لاڈنٹیت) ذہن کی حامل اور طرہ دار ہیں۔ سیکولر کے الیکشن میں جس سے زیادہ Fair الیکشن پاکستان میں تاحال کبھی نہیں ہوا۔ یہ نتیجہ سامنے آچکا ہے یا نہیں! لہذا میری بات پر ٹھنڈے دل و دماغ سے غور کیجئے کہ الیکشن کے راستے سے یہاں اسلام نہیں آئے گا۔ جو حضرات نیک نیتی سے سمجھتے ہیں کہ اس ذریعہ سے اسلام آ سکتا ہے اگر ان کی نیتوں میں واقعی خلوص و اخلاص ہے تو وہ لگے رہیں۔ خلوص و حسن نیت کا وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اجر و ثواب پائیں گے بشرطیکہ اخلاص و نیت کے ساتھ وہ ان غلط کاموں سے اپنا دامن بچائیں جو الیکشن کا خاصہ بن گئی ہیں۔ جعلی ووٹنگ، ووٹوں

کی خریداری، علاقائی، انسانی اور برادری کی مصیبتوں کو ابھارنا وغیرہ وغیرہ۔ مجھے یقین ہے کہ ایسی صورت میں ان کا اجراء نہیں ہوگا لیکن ساتھ ہی اس کا بھی یقین ہے کہ حاصل کچھ نہیں ہوگا۔ یہ قوتوں کا صلاحیتوں کا سرمایہ کا محض ضیاع ہوگا۔ اسلام اس راستے سے آہی نہیں سکتا۔ اس ایکشن بازی کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ جماعتوں کے تخریب اور تحالف سے ملی اتحاد میں ایسے رخنے پیدا ہوتے ہیں کہ انتہائی کوشش کے باوجود ان کا بھرنا ممکن نہیں رہتا۔ یہ تخریب و تحالف بسا اوقات دائمی نفرت اور عداوت کا رخ اختیار کر لیتا ہے جس کی تباہ کاریوں سے کون ہے جو ناواقف ہوگا۔

پاکستان میں اسلام آئے گا تو اس طور پر کہ اگر کوئی جماعت ہے، معتبرہ افراد پیش ہے۔ انفرادی طور پر اس کا ہرگز تقویٰ، سلام کی روش پر کاربند ہونے کے لئے دل و جان سے کوشاں ہے۔ حبیب اللہ یعنی قرآن مجید سے اس کا تعلق مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ ہر نوع کے فقہی اختلافات سے اس کا دامن محفوظ ہے۔ وہ اندر اور مدینین علیہم السلام کے فقہی اختلافات کو اسلام کا نہیں بلکہ تعبیر کا، استنباط کا، استخراج کا، راجع و مرجع کا، افضل و مفصول کا فرق سمجھتا ہے اور ان آراء کو سنی برقرآن و سنت تسلیم کرتا ہے۔ وہ جماعت اقتدار وقت کو چیلنج کرے گی کہ منکرات کا کام ہم یہاں نہیں ہونے دیں گے۔ یہ ہماری لاکھوں پر ہوگا۔ منکرات دہ سامنے رکھے جائیں گے جن کے منکر ہونے پر کسی فقہی مکتب فکر کو اختلاف نہ ہو۔ سب اس کو منکر تسلیم کرتے ہوں۔ جیسے بے حیائی ہے بے پردگی ہے، مردوں و عورتوں کے مخلوط اجتماعات میں جوان بچوں کا سینہ تان کر کھلے عام پرہیز، ہماری بچیوں کا ایئر سٹریٹس کے طور پر ناچرموں کے ساتھ طویل سفر پریلے سودی نظام معیشت ہے۔ یہ ہے اصل طریق کار۔ یہ ہے ایک مسلمان حکومت کے اندر من و زامی منکھ منکھ و افلیغیہ بیدہ کے فرمان نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام پر ایک نوع کی تعمیل کی کوشش۔ کیا آج دنیا میں لوگ اپنے سیاسی حقوق کے لئے یہ نہیں کرتے! یہ ایجنڈیشن کیوں ہوتا ہے! یہ مظاہرے کیوں ہوتے ہیں! صرف سیاسی حقوق کے لئے۔ یا صرف کسی دنیاوی سہولت کیلئے۔ لیبر یونینیں اپنی اجرت بڑھوانے اور دوسری مراعات حاصل کرنے کے لئے مظاہرے کرتی ہیں یا نہیں! لیکن صرف دین کے لئے، انہی عن المنکر کے لئے Demonstration یعنی طاقت کا پراسان مظاہرہ کہ یہ منکر کام ہم یہاں نہیں ہونے دیں گے۔ یہ طریقہ پانسہ پلٹ کر رکھ دے گا۔

حیرت ہے فریقہ ج کیلئے عورت کیساتھ محرم کی نزدیکی نے قائم رکھی ہے اور میسج ہے لیکن ایئر سٹریٹس کے ناچرموں کے ساتھ طویل سفر کیسے کان پر جو تک نہیں دینگے۔ ایں چہ بلاعبیت!

دربار

اس کا کیا نتیجہ نکلے گا؟ دو ہی شکلیں ہیں۔ یا حکومتِ وقت پسائی اختیار کرے گی بشرطیکہ اس جماعت کی طرف سے صاف صاف DECLARE ہو یعنی اعلان ہو کہ ہم کسی اقتدار کے طالب نہیں، ہم کسی طبقاتی مفاد کے خواہاں نہیں۔ ہم صرف اور صرف یہ چاہتے ہیں کہ جو دین کی رو سے منکر است ہیں، انہیں ختم کر دیا جائے۔ اس کے لئے مظاہروں اور کٹنگ کے لئے میدان میں آئیں۔ البتہ جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ اس کی شرط یہ ہے کہ یہ سب کچھ پرامن ہو۔ یہ نہیں کہ آپ نے ٹریفک سگنل توڑ دیئے ایک جلتی بس ٹھہرائی اور اس کے ٹائروں سے ہوائی بال دی۔ اس سے کیا حاصل ہوا!۔ اس بس کے جو ساتھ ستر مسافر تھے ان کو آپ نے تکلیف پہنچائی۔ نہ معلوم کس کو کتنی دور جانا تھا!۔ یا سرکاری املاک اور خاص طور پر سرکار کے زیر انتظام چلنے والی بسوں کو آگ لگا دی۔ معاذ اللہ! وہ بس کس کے باپ کی نہیں تھی اس غریب قوم کی تھی جس کا ایک ایک بال بیرونی قرضوں میں بندھا ہوا ہے۔ آپ نے سرکاری املاک اور بسوں کو نقصان پہنچا کر اور جلا کر اس غریب قوم پر قرضوں کے بار میں مزہ اضافہ کر دیا۔ حکومت یہ کرے گی کہ کوئی نیا غیر ملکی قرضہ لے گی اور اس نقصان کو پورا کر لے گی۔ نتیجہ یہ کہ قوم قرضوں کے بوجھ تلے مزید دب جائے گی بھر پولیس کی کوئی لاری یا ٹرک آیا تو اس پر پتھر اور شہرہ کر دیا۔ نتیجہ! یہ کہ پولیس دالے جو آپ ہی کے بھائی بند ہیں، آپ کے خلاف مشتعل ہو گئے۔ ار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو دیکھیے۔ بارہ برس تک مکہ میں حضور پر اور خاص طور پر آپ کے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر تشدد ہوا۔ لیکن کسی نے ہاتھ تک نہیں اٹھایا۔ انہیں مارا گیا، ایک مومن خاندان و مجوی حضرت یا سمر اور حضرت سمیرہ نہایت ہیمانہ طور پر شہید کر دیئے گئے۔ حضرت بلالؓ سفاکانہ طور پر مکہ کی سنگلاخ اور پتی زمین پر اس طرح گھسیٹا گیا۔ جیسے کسی مردہ جانور کی لاش کو گھس

لے یاد ہو گا کہ اسی پرامن مظاہرے اور گھیراو (Gathering) کے ذریعے سے اہل تشیع نے زکوٰۃ آڈیٹ نہ میں اپنے حق میں تسلیم کرنے پر حکومتِ وقت کو مجبور کر دیا تھا۔ اور حکومت بھی سول حکومت نہیں بلکہ مارشل کی حکومت کے گھسے گھنوا دیئے تھے جسے کم دیش وہ Divine Rights حاصل ہوتے ہیں جو کبھی مطلق بادشاہوں اور شہنشاہوں کو حاصل ہوتے تھے۔ مگر اس سے کہیں زیادہ۔ شہادت اور دیت کے مسائل پر مٹھی بھر خاتین کے مظاہروں اور احتجاج کے آگے اسی مارشل حکومت کو ہتھیار ڈالنے پڑے یا نہیں! اور یہ قانون جن کو اسلامی نظریاتی کونسل نے تیار کیا تھا، سروخانے میں ڈال لیا یا نہیں۔ اور اب اہل تشیع کی طرف سے ق کے لئے مظاہروں اور احتجاج کا معاملہ آگیا ہے کہ نہیں! ابھی ایسے نہ معلوم کتنے معاملات آئیں گے۔ (مرزا